Quarterly Research Journal "Al-Qudwah", Volume 03, Issue 01, Jan-Mar 2025

AL-QUDWAH

ISSN(P): 2959-2062 / ISSN(E): 2959-2054

https://al-qudwah.com

"معین القضاۃ والمفتیین "میں ارکان نکاح سے متعلق دفعات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

A Research-Based and Critical Analysis of the Provisions Related to the Pillars of Nikah in "Mu'īn al-Quḍāt wa al-Muftīn"

ABSTRACT

No doubt, lslam is the complete code of life, a divine gift to humanity from its creator.it is, infact, a collection of laws and principles that set it a part from other creations, such as animals. For instance the human being is an example of nature's perfection, and all Islamic laws align perfectly with the natural order. It is nearly impossible to find an example in any other legal or moral system that satisfies human emotions and needs as effectively as Islamic laws do. Take, for example the rulling on marriage. Islam provides guidelines to fulfill the natural requirements of humanity, preserving human dignity, nobility and addressing sexual needs in a respectful and organised manner. The demonstrats no other system has been able to present an alternative as comprehensive as Islam's over the course of fifteen centure.Although some reasercher or orthodox minded scholars criticise islamic laws often on the based on jealously their objection failed to hold merit even a novice and apprentice in the field of reaserch can recognize that these objection system from the lack of understanding or other rival reasons. Additionally, the constant need to revise man made laws every few years has become a challenge for legal expert underscoring the time less wisdom of Islamic principles. In concluding note, ylthe person who adheres to divine laws fulfills the natural requirements of humanity while maintaining the highest standards of moral and social excellence. Islamic law ensure that humanity remains noble and dignified, a testament to their divinely ordained perfection.

Keywords: *Pillars of Nikah, Mu'īn al-Quḍāt wa al-Muftīn, Islamic Jurisprudence*

AUTHORS

Niaz Muhammad*
Ph.D. Scholar, Dept. of Islamic Learning,University of Karachi
niazhassni7@gmail.com

Dr. M. Arif Khan Saqi**
Associate Professor Dept. of Islamic Learning,University of Karachi
maksaqi@uok.edu.pk

Date of Submission:
15-12-2024
Acceptance: 17-01-2025
Publishing: 03-02-2025

Web: https://al-qudwah.com/
OJS: https://al-qudwah.com/index.php/aqrj/user/register
e-mail: editor@al-qudwah.com

Correspondence Author:
Niaz Muhammad* *Ph.D. Scholar, Dept. of Islamic Learning, University of Karachi, Karachi.*

تعارف:

اسلامی قانون میں نکاح (Marriage) ایک مقدس اور قانونی معاہدہ ہے جو ازدواجی زندگی کے استحکام اور سماجی ڈھانچے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ نکاح کے صحیح ہونے کے لیے کچھ بنیادی ارکان اور شرائط مقرر کی گئی ہیں، جن پر فقہاء اور مفتیان کرام نے تفصیلی بحث کی ہے۔ مختلف فقہی مکاتبِ فکر میں نکاح کے ارکان و شرائط کی تعیین میں بعض اختلافات پائے جاتے ہیں، جن کی بنیاد قرآن و سنت، اجماع اور قیاس پر رکھی گئی ہے۔ ان اختلافات کے تناظر میں فقہ اسلامی کی کتب میں مخصوص قانونی دفعات مرتب کی گئی ہیں، جن میں "معين القضاة والمفتيين" ایک اہم قانونی دستاویز ہے۔

"معين القضاة والمفتيين "اسلامی فقہ کی ایک مستند کتاب ہے جو قاضیوں اور مفتیوں کے لیے رہنما اصول فراہم کرتی ہے۔ اس میں نکاح کے ارکان، اس کے شرعی تقاضے، گواہوں کی حیثیت، ایجاب و قبول، اور دیگر قانونی پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس تحقیق کا مقصد اس کتاب میں درج نکاح سے متعلق دفعات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لینا ہے تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ ان اصولوں کی شرعی و قانونی حیثیت کیا ہے، اور موجودہ دور میں ان کی افادیت کس حد تک برقرار ہے۔

یہ مقالہ نکاح کے بنیادی ارکان جیسے ایجاب و قبول، گواہوں کی شرط، ولی کی ضرورت، اور دیگر اہم نکات کو فقہائے کرام کے آراء کی روشنی میں جانچنے کی کوشش کرے گا۔ مزید برآں، اس تحقیق میں مختلف مکاتبِ فکر کے نقطہ نظر کا تقابلی جائزہ بھی پیش کیا جائے گا تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اسلامی عدالتی اور فتاویٰ کے نظام میں نکاح سے متعلق ان دفعات کو کس طرح نافذ کیا جاتا رہا ہے اور ان میں کیا ارتقائی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔

المادة: (٤١٤) يصح بايجاب وقبول كلاهما للماضى كز وجت نفسى او بنتى او مؤكلتى فقال الآخر تزوجت او احدهما للماضى والآخر للاستقبال او الحال- كز وجنى فقال زوجت او قبلت .

وكذا ينعقد بكتابة الايجاب والقبول من الغائب عن المجنس دون الحاضر صورته كتب اليها يخطبها فاذا بلغها الكتاب احضرت الشهود قرءت عليهم وقالت زوجت نفسى منه .

دفعہ: (۴۱۴) نکاح ایسے ایجاب و قبول سے درست ہو جاتا ہے جو دونوں ماضی کے صیغے ہوں جیسے "میں نے نکاح کر دیا" یا "اپنی بیٹی کا" یا "اپنی موکلہ کا" اور دوسرا کہے "میں نے نکاح کر لیا" یا ایک صیغہ ماضی کا اور دوسرا مستقبل یا حال کا ہو جیسے "تو میرا نکاح کر دے" اور دوسرا جواب دے "میں نے نکاح کرا دیا" یا "میں نے قبول کیا"۔

اسی طرح مجلس میں غیر موجود شخص کی جانب سے ایجاب و قبول لکھنے سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے نہ کہ حاضر کی جانب سے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی نے عورت کو خط لکھا جس میں اس کو نکاح کی پیش کش کی، پھر جب وہ خط اس عورت تک پہنچا تو اس نے گواہوں کو بلایا اور انہیں وہ خط پڑھ کر سنایا اور کہا "میں نے اس سے اپنا نکاح کر دیا"۔

ارکان نکاح:

نکاح کے ارکان کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف آراء ہیں:

- احناف کے ہاں نکاح کا رکن صرف ایجاب اور قبول ہے۔
- مالکیہ کے ہاں نکاح کے ارکان: ولی، محل، (زوج، زوجہ) اور لفظ ہیں۔
- شافعیہ کے ہاں نکاح کے ارکان پانچ ہیں: لفظ، شوہر، بیوی، دونوں گواہ اور ولی۔
- حنابلہ کے ہاں نکاح کے ارکان تین ہیں: زوجین، ایجاب اور قبول۔

- ان ارکان کی وضاحت کرنے میں فقہاء کے یہاں کچھ تفصیل ہے۔[1]

اول: ایجاب وقبول کے الفاظ:

ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نکاح کا انعقاد ایجاب اور قبول سے ہوتا ہے، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایجاب وہ لفظ ہے جو زوجہ کے ولی کی طرف سے صادر ہو، اور قبول وہ لفظ ہے جو زوج یا اس کے وکیل کی طرف سے صادر ہو۔

ایجاب اور قبول کرنے والے اگر متعین ہوں تو ایجاب اور قبول کے مقدم اور موخر ہونے پر مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک کوئی فرق نہیں پڑتا، لہذا اگر شوہر ولی سے کہے: اپنی بیٹی سے میری شادی کر دو یا میں نے تمہاری بیٹی سے شادی کر لی تو وہ قبول ہو گا، اور اگر اس کے بعد ولی کہے: میں نے تمہاری شادی کرادی یا تمہارا نکاح کرادیا تو وہ ایجاب ہو گا، اور اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ مالکیہ کے نزدیک ایجاب کا مقدم ہونا مستحب۔[2]

حنابلہ کے ہاں ایجاب کا قبول پر مقدم ہونا بہر حال ضروری ہے، اس لئے کہ قبول ایجاب ہی کا ہوتا ہے جب ایجاب کا وجود ہی مفقود ہے تو قبول کس چیز کا ہو گا۔ لہذا اگر شوہر کہے: میں نے تمہاری لڑکی سے شادی کی، اور ولی کہے: میں نے تم سے اس کی شادی کرادی تو نکاح صحیح نہیں ہو گا۔[3]

حنفیہ کے نزدیک ایجاب وہ کلام ہے جو پہلے صادر ہو، خواہ پہلے والا کلام شوہر کا ہو یا بیوی کا یا ولی کا، اور قبول وہ کلام ہے جو بعد میں صادر ہو، خواہ اس کلام صدور شوہر کی طرف سے ہو، یا بیوی یا ولی کی طرف سے۔ بنابرین اگر شوہر کہے: اپنی بیٹی سے میری شادی کرادو، یا میں نے تمہاری بیٹی سے شادی کی تو وہ ایجاب ہو گا اور اگر ولی یا بیوی کہے: میں نے قبول کیا تو وہ قبول ہو گا، اور اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔[4]

وہ الفاظ جن سے نکاح منعقد ہوتا ہے:

اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ انکاح اور تزویج کے لفظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، اور نکاح میں یہ دونوں الفاظ صریح ہیں۔[5]

شافعیہ وحنابلہ کے نذدیک ان دو الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ قرآن کریم میں ان دونوں الفاظ کی صراحت ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

---

[1] الكاساني، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود، بدائع الصنائع ، دار الكتب العلمية، بيروت، 1328 ھ، 229/2
الدردير، أبو البركات أحمد بن محمد ، الشرح الصغير ، دار ابن حزم ،لبنان، 2008 ء، 235/2
الشربيني، شمس الدين، محمد بن محمد، مغني المحتاج ، دار الكتب العلمية، لبنان، 1994، ***139/3***
البهوتي، منصور بن يونس، كشاف القناع ،الرياض، 1968، 37/5

[2] الدسوقي، محمد بن احمد، حاشية الدسوقي، دار الفكر، بيروت، 1431، 221/2
الشربيني، شمس الدين، محمد بن محمد، مغني المحتاج ، دار الكتب العلمية، لبنان، 1994، ***140/3***
ابن الهمام، كمال الدين، محمد بن عبد الواحد، فتح القدير، دار الفكر، بيروت، 1431هج، 102/3

[3] ابن قدامة، أبو محمد عبد الله بن أحمد، المغنى، مكتبة القاهرة، قاهرة، 1969، 37/5
البهوتي، منصور بن يونس، كشاف القناع ،الرياض، 1968، 37/5

[4] ابن الهمام، كمال الدين، محمد بن عبد الواحد، فتح القدير، دار الفكر، بيروت، 1431هج، 102/3

[5] ابن الهمام، كمال الدين، محمد بن عبد الواحد، فتح القدير، دار الفكر، بيروت، 1431هج، 105/3
الدسوقي، محمد بن احمد، حاشية الدسوقي، دار الفكر، بيروت، 1431، 221/2
الشربيني، شمس الدين، محمد بن محمد، مغني المحتاج ، دار الكتب العلمية، لبنان، 1994، ***140/3***
ابن قدامة، أبو محمد عبد الله بن أحمد، المغنى، مكتبة القاهرة، قاهرة، 1969، 533/5

"وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ "[6]

(اور ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں مگر ہاں جو کچھ ہو چکا ہو چکا))، نیز ارشاد باری تعالی ہے:

"فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا"[7]

(پھر جب زید کا دل اس (عورت) سے بھر گیا تو ہم نے اس کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا)، اور قرآن کریم میں ان دو لفظوں کے علاوہ کوئی اور لفظ اس معاملے میں مذکور نہیں ہے، لہذا تعبداً اور احتیاطاً انہیں دو لفظوں پر اکتفاء کرنا واجب ہو گا، اور نکاح کا شمار عبادات میں سے ہے اور عبادات میں اذکار کا علم شریعت کی طرف سے ہوتا ہے اور شریعت میں صرف تزویج اور نکاح کے الفاظ ہی مذکور ہیں۔[8]

حنفیہ اور مالکیہ نے نکاح پر دلالت کرنے والے تمام الفاظ سے عقد نکاح کی اجازت دی ہے، البتہ ان فقہاء نے نکاح منعقد ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے الفاظ کی چار قسمیں بیان کی ہیں، اور ان اقسام کی وضاحت کرنے میں ہر مذہب کا اپنا نقطۂ نظر ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

الف:

حنفیہ کے نذدیک پہلی قسم: انکاح اور تزویج کے علاوہ وہ الفاظ جن سے راجح مذہب کے مطابق نکاح منعقد ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور وہ حسب ذیل ہیں: ہبہ، صدقہ، تملیک اور جعل (کر دینے) کے الفاظ ہیں: جیسے میں نے اپنی بیٹی ایک ہزار کے بدلہ میں تمہارے لئے کر دی، اس لئے کہ تملیک ہی ملک رقبہ کے واسطے سے متعہ کے محل میں ملک متعہ کا سبب ہوتی ہے اور وہی نکاح سے ثابت ہوتی ہے اور سببیت مجاز کا ایک طریقہ ہے۔

ب:

وہ الفاظ جن کے ذریعے سے نکاح منعقد ہونے میں اختلاف ہے، لیکن صحیح مذہب کے مطابق نکاح منعقد ہو جاتا ہے، اور وہ لفظ " بیع " ہے، جیسے کوئی کہے کہ میں نے اپنے آپ کو یا اپنی بیٹی کو تمہیں بیچ دیا یا میں نے تمہیں اتنے میں خرید لیا اور عورت اس کے جواب میں کہے: ہاں، تو نکاح منعقد ہو جائے گا، اس لیے کہ حنفیہ کے ہاں یہ اصول ہے کہ جو الفاظ ملکیت پر دلالت کرتے ہوں ان سے نکاح "مجاز کے طریقے" پر صحیح ہو گا۔

لفظ سلم سے نکاح کے منعقد ہونے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، پہلا قول یہ ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہو گا کیونکہ حیوان میں سلم صحیح ہی نہیں ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ملک رقبہ ثابت ہونے کی وجہ نکاح صحیح ہو جائے گا۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ لفظ جس سے ملکیت رقبہ کی ثابت ہوتی ہو اس سے نکاح صحیح ہو جائے گا اور حیوان میں سلم منعقد ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر اس کے ساتھ قبضہ پایا جائے تو فاسد ہو کر منعقد ہو گی لیکن ہر وہ چیز جو کسی لفظ کے حقیقی معنی کو فاسد کر دے ضروری نہیں ہے کہ اس کے مجازی معنی کو بھی فاسد کر دے، اس لئے کہ فاسد کرنے والے کا دونوں میں مشترک ہونا لازم نہیں ہے۔

---

[6] النساء: 22

[7] الاحزاب: 37

[8] الشربيني، شمس الدين، محمد بن محمد، مغني المحتاج ، دار الكتب العلمية، لبنان، 1994، ***140/3***

ابن قدامة، أبو محمد عبد الله بن أحمد، المغنى، مكتبة القاهرة، قاهرة، 1969، 533/5

تصرف کے لفظ سے منعقد ہونے میں دو روایتیں ہیں: ایک قول یہ ہے کہ منعقد نہیں ہو گا، اس لئے کہ اس کو ان دراہم و دنانیر کی ملکیت ثابت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے جو متعین نہیں ہوتے اور یہاں معقود علیہ متعین ہوتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ: منعقد ہو جاتا ہے، اس لئے کہ اس سے فی الجملہ عین کی ملکیت ثابت ہوتی ہے، ابن الہمام فرماتے ہیں: اس کا ظاہر یہ ہے کہ یہ دو اقوال ہیں اور ان کا منبع دو روایتیں ہیں۔

قرض کے لفظ کے بارے میں ایک قول ہے کہ اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا، اس لئے کہ اس سے ملک عین ثابت ہو جاتا ہے اور ایک قول ہے کہ منعقد نہیں ہو گا، اس لئے کہ وہ عاریت پر دینے کے معنی میں ہے، ایک قول ہے: پہلا امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے قول کے قیاس کے مطابق ہے، اور دوسرا امام ابو یوسف کے قول کے قیاس کے مطابق ہے۔

صلح کے لفظ کے بارے میں صاحب الاجناس نے بیان کیا ہے کہ اس سے نکاح منعقد نہیں ہو گا، اور سرخسی نے بیان کیا ہے کہ لفظ صلح سے نکاح کی ابتداء کرنا جائز ہے۔[9]

ج: جس میں اختلاف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ اس سے نکاح منعقد نہیں ہو گا اور یہ لفظ اجارہ ہے، لہذا قول صحیح میں اجارہ کے لفظ سے نکاح منعقد نہیں ہو گا، اس لئے کہ اجارہ موقت طور پر ہی منعقد ہوتا ہے، اور نکاح میں اس کی نفی کرنا شرط ہے تو دونوں میں تضاد ہے لہذا ایک کا دوسرے کے لئے استعارہ نہیں کیا جائے گا۔

کرخی کہتے ہیں: اجارہ کے لفظ سے نکاح منعقد ہو جائے گا، اور صاحب العنایہ نے کرخی کا استدلال بیان کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: اس لئے کہ نکاح کے ذریعہ سے حاصل کی جانے والی چیز درحقیقتایک منفعت ہے، اگرچہ اسے عین کے حکم میں قرار دیا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد:

"فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ".[10]

(تو انہیں ان کے مقرر شدہ مہر دے دو) میں عوض کو اجرت کہا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بمنزلہ اجارہ کے ہے۔

ابن الہمام کہتے ہیں: صحیح قول میں اجارہ کے لفظ سے نکاح کا انعقاد نا جائز اس وقت ہے جب عورت کرایہ پر لی ہوئی چیز قرار دی جائے، لیکن اگر عورت کو اجارہ کا بدل یا سلم کا راس المال قرار دیا جائے، مثلاً کہا جائے میں نے اپنی اس بیٹی کے بدلہ تمہارا گھر اجارہ پر لیا، یا میں نے ایک کرہ گیہوں میں اسے سلم کے طور پر تمہارے حوالہ کیا تو اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔

وصیت کے لفظ سے نکاح صحیح نہیں ہو گا، اس لئے کہ اس سے ملکیت مرنے کے بعد ثابت ہوتی ہے۔

طحاوی سے منقول ہے کہ وصیت کے لفظ سے منعقد ہو جاتا ہے، اس لئے کہ فی الجملہ اس سے ملک رقبہ ثابت ہوتا ہے۔

کرخی سے منقول ہے: اگر وصیت میں حال کی قید لگا دے مثلاً کہے: میں اس وقت تمہارے لئے اپنی اس بیٹی کی وصیت کرتا ہوں تو حال کی وجہ سے منعقد ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کی وجہ سے مجاز اوہ تملیک ہو جائے گی، ابن الہمام کہتے ہیں: اس وقت اس کے صحیح ہونے میں اختلاف نہ ہونا چاہئے اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصیت میں حال کی قید لگا دی جائے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اگر اس میں موت کے بعد کی قید لگا دی جائے، مثلاً کہے کہ: میں نے تیرے لئے اپنی موت کے بعد اپنی بیٹی کی وصیت کی تو نکاح نہیں ہو گا۔ اگر نہ حال کی قید لگائے نہ موت کے بعد کی، مثلاً کہے: میں نے تمہارے لئے اس کی وصیت کی، اور مزید کچھ نہ کہے، تو ایک قول ہے کہ نکاح نہیں ہو گا، اور طحاوی سے منقول ہے کہ: منعقد ہو جائے گا۔

---

[9] ابن الهمام، كمال الدين، محمد بن عبد الواحد، فتح القدير، دار الفكر، بيروت، 1431هج، 108/3

[10] النساء: 34

د: جس سے عدم انعقاد کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور وہ اباحت (مباح کرنا)، احلال (حلال کرنا) اور اعارہ (عاریت پر دینا)، رہن (گروی رکھنا) اور تمتع (فائدہ اٹھانا) کے الفاظ ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ ان میں سے کسی میں متعہ کی تملیک نہیں ہے، یعنی ان الفاظ میں سے کوئی ملک متعہ کا سبب نہیں ہے۔ اقالہ اور خلع کے الفاظ سے بھی منعقد نہیں ہو گا، اس لئے کہ یہ دونوں ثابت شدہ عقد کو مسخ کرنے کے لئے ہیں۔[11]

اسی طرح بگاڑے ہوئے الفاظ سے منعقد نہیں ہو گا جیسے تجوزت (جیم کو زاء پر مقدم کر کے) سے بھی منعقد نہیں ہو گا، اس لئے کہ وہ قصد صحیح سے نہیں بلکہ تحریف اور تصحیف سے صادر ہوئے ہیں، لہذا وہ نہ حقیقت ہوں گے نہ مناسبت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مجاز ہوں گے بلکہ غلط ہوں گے، لہذا سرے سے ان کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔ لیکن اگر اس غلطی کے ساتھ بولنے پر کوئی قوم متفق ہو جائے، اور وہ ان کے قصد و اختیار سے صادر ہو تو یہ نئی وضع ہو گی اور ابو السعود نے اس حالت میں اس سے نکاح کے انعقاد کے جواز کا فتوی دیا ہے۔

ابن عابدین کہتے ہیں: الدر کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ اگر وہ نئی وضع کے ذریعہ نکاح میں لفظ تجویز کے استعمال پر متفق ہو جائیں تو وہ حقائق جدیدہ کے مثل، نیز نکاح کے لئے وضع کردہ عجمی الفاظ کے مثل حقیقت عرفی ہو گی، اور اس سے عقد صحیح ہو جائے گا، اسلئے کہ معنی مراد پر دلالت کی طلب اور لفظ سے قصد اا س کا ارادہ موجود ہے۔[12]

حنفیہ کہتے ہیں: نکاح میں ہبہ، تملیک، صدقہ اور بیع جیسے کنایہ کے الفاظ میں ضروری ہے کہ قرینہ کے ساتھ نیت ہو یا قبول کرنے والا ایجاب کرنے والے کی تصدیق کرے اور گواہ مراد سمجھ لیں یا اطلاع دے دی جائے۔

اصل یہ ہے کہ ہر وہ لفظ جس کو عین کی تملیک کے لئے وضع کیا گیا ہو اگر مہر کا ذکر ہو تو اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا ورنہ نیت اور جس کو اس کے لئے وضع نہ کیا گیا ہو اس سے منعقد نہیں ہو گا، اور ایسے لفظ کے ذریعہ اس کے انعقاد میں ان کے درمیان اختلاف ہے جس کو دونوں جانتے ہوں کہ وہ نکاح ہے، لہذا اگر عورت کو عربی میں زوجت نفسی (میں نے اپنی شادی کر دی) کی تلقین کی جائے اور وہ اس کے معنی نہ جانتی ہو اور شوہر قبول کر لے اور گواہ اس کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں تو طلاق کی طرح نکاح صحیح ہو جائے گا اور ایک قول ہے کہ بیع کی طرح صحیح نہیں ہو گا، اور اسی کے مثل مرد کی جانب میں ہو گا۔[13]

اور مالکیہ نے نکاح کے تعلق سے الفاظ کی (انکاح اور تزویج کے الفاظ کے ساتھ) چار قسمیں کی ہیں:

الف: جس سے نکاح مطلقاً منعقد ہو جاتا ہے، خواہ مہر ذکر کرے یا نہ کرے اور وہ: انکحت (میں نے نکاح کرایا) اور زوجت (میں نے شادی کرا دی) ہیں۔

ب: اگر مہر ذکر کرے تو اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا ورنہ نہیں اور یہ لفظ وہبت ہے جیسے کہے: وھبت لک ابنتي ھکذا (میں نے اتنے میں اپنی بیٹی تجھ کو ہبہ کیا) اور اگر مہر ذکر نہ کرے تو منعقد نہیں ہو گا۔

ج: جس سے نکاح منعقد ہونے اور نہ ہونے کے درمیان تردد ہو اور وہ ہر ایسا لفظ ہے جو تا زندگی بقاء کا متقاضی ہو، جیسے میں نے بیچ دیا، مالک بنا دیا، حلال کر دیا، عطاء کر دیا، دیدیا، تو ایک قول ہے کہ اگر مہر متعین کر دے تو اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا، یہ قول ابن القصار، عبد الوہاب باجی اور ابن العربی کا ہے۔

---

[11] ابن الهمام، كمال الدين، محمد بن عبد الواحد، فتح القدير، دار الفكر، بيروت، 1431هج، 108/3

[12] الحصكفي، علاء الدين محمد بن على، الدر المختار مع حاشية ابن عابدين، دار الكتب العلمية، بيروت، 2002 م، 270/2

[13] ابن عابدين، محمد امين، رد المحتار، دار الفكر، بيروت، 1966م، 269/2

الزيلعي، عثمان بن على، تبيين الحقائق، المطبعة الكبرى الأميرية، القاهرة، 1313 هـ، 98/2

ابن الهمام، كمال الدين، محمد بن عبد الواحد، فتح القدير، دار الفكر، بيروت، 1431هج، 349/2

دوسرا قول یہ ہے: کہ اس سے مطلقاً منعقد نہیں ہوگا، اگرچہ مہر متعین کردے اور یہ المقدمات میں ابن رشد کا قول ہے۔

د: جس سے بالاتفاق مطلقاً منعقد نہیں ہوتا ہے، اور یہ ہر وہ لفظ ہے جو تا زندگی بقاء کا تقاضہ نہ کرتا ہو جیسے قید کرنا، کرایہ پر دینا اور عاریت پر دینا۔[14]

عجمی زبانوں میں ایجاب وقبول:

جمہور فقہاء (حنفیہ، شافعیہ اور راجح مذہب میں حنابلہ) کا مذہب یہ ہے کہ جو اچھی طرح عربی نہ جانتا ہو اس سے اس کی زبان میں عقد نکاح صحیح ہو جائے گا، اس لئے کہ وہ اس کے علاوہ سے عاجز ہے، لہذا گونگے کی طرح اس سے ساقط ہو جائے گا، اور اس کو اس طرح کے خاص معنی ادا کرنے کی حاجت ہو گی جو عربی لفظ کے معنی پر مشتمل ہو۔

حنابلہ کے نزدیک دوسری صورت یہ ہے کہ اس سے عقد نکاح صحیح نہیں ہو گا اور اس پر لازم ہو گا کہ عربی سیکھے۔

اور ان کا اس شخص کے بارے میں بھی اختلاف ہے جو عربی میں نکاح کے لفظ پر قادر ہو۔ تو حنفیہ، اصح قول میں شافعیہ اور حنابلہ میں سے ابن تیمیہ اور ابن قدامہ کا مذہب یہ ہے کہ نکاح اس کے بغیر منعقد ہو جائے گا، اس لئے کہ اس نے اس کا خاص لفظ استعمال کیا ہے تو اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا، جیسے عربی زبان کے لفظ سے منعقد ہو جاتا ہے۔

اور مذہب کے صحیح قول میں حنابلہ کا مذہب اور ایک قول میں شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ جو عربی اچھی طرح جانتا ہو اس کا نکاح عربی کے علاوہ سے منعقد نہیں ہو گا۔[15]

ایجاب وقبول میں لفظ کے قائم مقام:

انعقاد نکاح میں کئی چیزیں ایجاب وقبول میں لفظ کے قائم مقام ہوتی ہے، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

الف۔ گونگے کی طرف سے اشارہ:

گونگے کا اشارہ شرعاً معتبر ہے اور جن چیزوں میں عبارت ضروری ہوتی ہے اس میں وہ بولنے والے کی عبارت کے قائم مقام ہو گا۔ اس بنیاد پر گونگے کا اپنے اشارہ سے نکاح کا ایجاب وقبول کرنا صحیح ہو گا بشرطیکہ اشارہ سمجھا جا رہا ہو، اور اس کے ساتھ عقد کرنے والا بھی اس کو سمجھ رہا ہو اور گواہ بھی سمجھ رہے ہوں، اس لئے کہ نکاح ایک ایسی حقیقت ہے جو صرف اسی کی طرف سے ہو سکتی ہے، لہذا اس کے بقیہ عقود کی طرح اس کے اشارہ سے صحیح ہو گا، اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔[16]

البتہ فقہاء کے درمیان بعض شرائط میں اختلاف ہے، مثلاً لکھنے سے اس کے عاجز ہونے یا اس پر قادر ہونے کی شرط۔

---

[14] الدسوقي، محمد بن احمد، حاشية الدسوقي، دار الفكر، بيروت، 1431، 221/2

[15] ابن عابدين، محمد امين، رد المحتار، دار الفكر، بيروت، 1966م، 270/2

الشربيني، شمس الدين، محمد بن محمد، مغني المحتاج ، دار الكتب العلمية، لبنان، 1994، ***140/3***

ابن قدامة، أبو محمد عبد الله بن أحمد، المغنى، مكتبة القاهرة، قاهرة، 1969، 533/5

المرداوى، علاء الدين أبو الحسن علي بن سليمان، الإنصاف، هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، القاهرة، 1995، 48/8

[16] البهوتي، منصور بن يونس، كشاف القناع عن متن الإقناع، مكتبة النصر الحديثة ،الرياض، 1968، 39/5

الشربيني، شمس الدين، محمد بن محمد، مغني المحتاج ، دار الكتب العلمية، بيروت، 1994، ***248/3***

المواق، محمد بن يوسف، التاج والإكليل، دار الكتب العلمية، بيروت، 1994م، 58/4

ابن الهمام، كمال الدين، محمد بن عبد الواحد، فتح القدير، دار الفكر، بيروت، 1431هج، 109/3

اور جیسے یہ شرط کہ وہ گونگا پیدا ہوا ہو یا گونگا پن اس پر طاری ہو گیا ہو۔

ب۔کتابت(تحریر)

تحریر یا تو گونگے کی طرف سے ہو گی یا غیر گونگے کی طرف سے۔

فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ گونگے کی تحریر سے نکاح صحیح ہو جائے گا، اس لئے کہ وہ اشارہ سے بہتر ہے۔

جو شخص بولنے پر قدرت رکھنے والا ہو تو وہ یا تو مجلس عقد میں موجود ہو گا، یا غائب ہو گا، اگر موجود ہو تو حنفیہ، مالکیہ صحیح قول میں حنابلہ اور راج مذہب میں شافعیہ کے نزدیک تحریر سے اس کا نکاح منعقد نہیں ہو گا اور شافعیہ کے نزدیک ایک قول میں منعقد ہو جائے گا۔ (17)

اگر غائب ہو تو اس کی طرف سے تحریر کے ذریعہ نکاح منعقد ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک جس طرح خطاب سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، اسی طرح تحریر سے بھی منعقد ہو جائے گا اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ عورت کے پاس اس کو پیغام دیتے ہوئے خط لکھے اور جب عورت کو خط پہنچے تو وہ گواہوں کو حاضر کرلے اور ان کے سامنے خط پڑھے اور کہے: میں نے اس سے اپنی شادی کر دی یا کہے: فلاں نے مجھے پیغام دیتے ہوئے خط لکھا ہے تو تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اپنی شادی اس سے کر دی ہے اور اگر ان کی موجودگی میں سوائے اس کے کچھ نہ کہے کہ میں نے فلاں سے اپنی شادی کر دی ہے تو نکاح منعقد نہیں ہو گا، اس لئے کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے ایجاب اور قبول کا سننا شرط ہے، اور ان کو تحریر سنانے یا عورت کی جانب سے تعبیر کرنے سے وہ لوگ ایجاب اور قبول سن لیں گے اور یہ اس وقت ہے جب تحریر شادی کرنے کے لفظ سے ہو، لیکن اگر وہ امر کے لفظ سے ہو جیسے مرد کا کہنا: مجھ سے اپنا نکاح کرلو تو گواہوں کو تحریر کا مضمون بتانا شرط نہیں ہو گا، اس لئے کہ وکالت کی وجہ سے عورت عقد کے دونوں طرفوں (ایجاب و قبول) کی ذمہ دار ہو گی۔ (18)

اور ایک قول ہے کہ وہ ضمنی توکیل ہے تو جو اس کے ضمن میں ہے یعنی ایجاب وہ اپنی شرائط کے ساتھ ثابت ہو گا، اور اس کی ایک شرط گواہوں کا سننا بھی ہے۔

اگر شوہر مہر بند تحریر لے کر گواہوں کے پاس آئے اور کہے: یہ فلاں عورت کے پاس میرا خط ہے تم لوگ اس پر گواہ رہو تو امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق اس وقت تک جائز نہ ہو گا جب تک کہ گواہ اس کو جان نہ لیں، اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہو گا، اور اگر عقد کے بعد شوہر خط کا انکار کرے اور وہ لوگ شہادت دیں کہ یہ اس کا خط ہے اور اس کے مضمون کی گواہی نہ دیں تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور نکاح کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ شہادت قبول کی جائے گی اور اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔

خط لکھنا گواہ بنائے بغیر صحیح ہوتا ہے، گواہ بنانا شوہر کے انکار کرنے کی صورت میں خط کو ثابت کرنے پر عورت کے قادر ہونے کے لئے ہوتا ہے۔ (19)

شافعیہ کہتے ہیں: اگر کسی غائب یا موجود کے پاس نکاح کے بارے میں لکھے تو صحیح نہیں ہو گا اور ایک قول ہے: غائب میں صحیح ہو گا اور یہ قول کچھ بھی نہیں ہے اس لئے کہ یہ کنایہ ہے اور نکاح کنایات سے منعقد نہیں ہوتا ہے، اور اگر غائب کو اپنی زبان سے مخاطب کرے اور کہے: تم سے میں نے

---

(17) الحصكفي، علاء الدين محمد بن على، الدر المختار مع حاشية ابن عابدين، دار الكتب العلمية، بيروت، 2002 م، 265/2

المواق، محمد بن يوسف، التاج والإكليل، دار الكتب العلمية، بيروت، 1994م، 58/4

النووي، ابو زكريا محيى الدين يحيى بن شرف، روضة الطالبين، المكتب الاسلامى، بيروت، 1991م، 39/8

18 Rasool, Hafiz Faiz, Abdul Aziz, and Mehwish Kiran. "Mental Health and Spiritual Well-Being in the Qurān: Addressing Modern Psychological Challenges through Islamic Teachings." *Ulūm al-Sunnah* 2, no. 02 (2024): 33-40.

(19) ابن عابدين، محمد امين، رد المحتار، دار الفكر، بيروت، 1966م، 265/2

اپنی بیٹی کی شادی کر دی، پھر خط لکھے اور مرد کو خط ملے یا خط نہ ملے لیکن خبر پہنچ جائے اور وہ کہے: میں نے اس کا نکاح قبول کیا تو صحیح قول کے مطابق نکاح صحیح نہیں ہو گا، اور اگر ہم دونوں مسئلوں میں اس کو صحیح قرار دیں تو خبر پہنچنے کی مجلس ہی میں قبول کرنا اور گواہوں کی موجودگی میں ایجاب کا ہونا، اس کے لئے شرط ہو گا۔

نووی کہتے ہیں: مجلس میں ہونا کافی نہیں ہو گا، بلکہ فوراً ہونا مشروط ہو گا۔(20)

اور حنابلہ کے نزدیک اظہر قول میں عقد کرنے والے کی غیر موجودگی میں خط کے ذریعہ عقد نکاح صحیح ہو گا۔(21)

ج- قاصد:

فقہاء کا مذہب ہے کہ فی الجملہ نکاح میں قاصد کو بھیجنا صحیح ہے، کاسانی کہتے ہیں: نکاح جس طرح لفظ سے اصالتا منعقد ہوتا ہے، اسی طرح اس سے وکالت اور پیغام رسانی کے ذریعہ بطریق نیابت بھی منعقد ہوتا ہے، اس لئے کہ قاصد کا کلام بھیجنے والے کا کلام ہوتا ہے، تو مرد جس عورت سے شادی کا ارادہ کر رہا ہے، اگر اس کے پاس کوئی قاصد بھیجے اور عورت ایسے دو شاہدوں کی موجودگی میں قبول کرلے جو قاصد کی بات سنے تو یہ جائز ہو گا، اس لئے کہ معنی کے اعتبار سے مجلس متحد ہے، اس لئے کہ قاصد بھیجنے والے کی عبارت نقل کرے گا، تو قاصد کی بات کا سننا بھیجنے والے کی بات کا سننا ہو گا۔

د- معاطاۃ (ایجاب و قبول کے بغیر عمل کے ذریعہ عقد کرنا):

حنفیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ شرم گاہوں کے احترام کی وجہ سے یعنی اس کے معاملہ کی اہمیت اور اس کی حرمت کی شدت کی وجہ سے تعاطی سے نکاح منعقد نہیں ہو گا، چنانچہ لفظ صریح یا کنایہ کے بغیر عورت سے عقد کرنا صحیح نہیں ہو گا۔

اور ابن عابدین نے البحر سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے: کیا فعل کے ذریعہ قبول کرنا لفظ کے ذریعہ قبول کرنے کی طرح ہو گا؟ جیسا کہ بیع میں ہوتا ہے، البزازیہ میں ہے، صاحب البدایہ نے اس عورت کے بارے میں جس نے گواہوں کے پاس ایک ہزار کے بدلہ کسی شخص سے اپنی شادی کی اور شوہر نے کچھ نہیں کہا لیکن مجلس ہی میں اس کو مہر دیدیا۔[22] یہ فتویٰ دیا ہے کہ وہ قبول ہو گا۔ اور صاحب المحیط نے انکار کیا ہے اور کہا ہے: نہیں جب تک کہ وہ اپنی زبان سے میں نے قبول کیا نہ کہہ دے، قبول نہیں ہو گا، بر خلاف بیع کے، اس لئے کہ وہ عمل سے منعقد ہو جاتی ہے اور اپنی اہمیت کی وجہ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ گواہوں پر موقوف ہوتا ہے۔(23)

ایجاب و قبول کو معلق کرنا:

جمہور فقہاء: حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور راجح مذہب میں حنابلہ) کا مذہب یہ ہے کہ نکاح کو مشیت کے علاوہ کسی امر مستقبل پر معلق کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ وہ الزام ہے، تو اگر ولی کہے: اگر فلاں آجائے تو میں نے اپنی بیٹی فلاں کی تم سے شادی کی اور وہ قبول کرلے اور فلاں آجائے تو نکاح

---

(20) النووي، ابو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف، روضة الطالبين، المكتب الاسلامى، بيروت، 1991م، 38/7

(21) المرداوى، علاء الدين أبو الحسن علي بن سليمان، الإنصاف، هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، القاهرة، 1995، 50/8

[22] Rasool, Hafiz Faiz, Abdul Aziz, and Mehwish Kiran. "Mental Health and Spiritual Well-Being in the Qurān: Addressing Modern Psychological Challenges through Islamic Teachings." *Ulūm al-Sunnah* 2, no. 02 (2024): 33-40.

(23) الحصكفي، علاء الدين محمد بن على، الدر المختار مع حاشية ابن عابدين، دار الكتب العلمية، بيروت، 2002 م، 265/2

البهوتي، منصور بن يونس، كشاف القناع عن متن الإقناع، مكتبة النصر الحديثة ،الرياض، 1968، 41/5

منعقد نہیں ہو گا، اور اسی کے مثل ہے کہ کہے اگر میری بیوی بیٹی جنے گی تو میں نے اس کی شادی تم سے کر دی، اور امام احمد سے منقول ہے کہ عقد نکاح کو کسی امر مستقبل پر معلق کرنا صحیح ہے۔[24]

یہ تفصیل آئندہ پائی جانے والی شرط پر معلق کرنے کے اعتبار سے ہے، کسی موجود امر پر اس کو معلق کرنا حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں: جیسے وہ شخص جس کو اس کی بیٹی سے نکاح کا پیغام دیا جائے اور وہ کہے: میں نے اس کی شادی کر دی ہے، پیغام دینے والا اس کی تصدیق نہ کرے تو وہ کہے: اگر میں نے اس کی شادی فلاں سے نہیں کی ہے تو میں نے اس کی شادی تم سے کر دی اور وہ گواہوں کی موجودگی میں قبول کر لے، پھر ظاہر ہو کہ اس نے اس سے شادی نہیں کی تھی تو ان کے درمیان نکاح منعقد ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ اس کو ایسی چیز پر معلق کرنا ہے جو فی الحال موجود ہے اور فی الحال موجود چیز پر معلق کرنا تنجیز (فورنافذ کرنا) ہے۔[25]

حنابلہ کہتے ہیں: موجود اور گذری ہوئی شرطوں پر معلق کرنا جائز ہے، جیسے اس کا کہنا: میں نے تمہاری شادی اس بچہ سے کر دی اگر وہ لڑکی ہو اور وہ دونوں جانتے ہوں کہ وہ لڑکی ہے، تو نکاح صحیح ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ درحقیقت تعلیق نہیں ہے، اس لئے کہ ماضی اور حاضر اس کو قبول نہیں کرتے۔[26]

شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ عقد نکاح کو موجود شرائط پر بھی معلق کرنا جائز نہیں ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں: اگر کسی شخص کو بچہ کی ولادت کی خوش خبری دی جائے اور وہ دوسرے سے کہے: اگر وہ لڑکی ہو تو میں نے اس کی شادی تم سے کر دی، اور وہ قبول کر لے تو راجح مذہب یہ ہے کہ نکاح باطل ہو گا اگر چہ واقعہ درحقیقت یہی ہو، اس لئے کہ اس میں تعلیق کی صورت اور صیغہ کا فساد پایا جا رہا ہے۔

لیکن وہ حضرات کہتے ہیں: اگر کسی شخص کو اس کی لڑکی پیدا ہونے کی خبر دی جائے اور وہ خبر دینے والے کی تصدیق کرے، پھر دوسرے سے کہے: اگر خبر دینے والے نے صحیح کہا ہے تو اس کی شادی میں نے تم سے کر دی تو وہ صحیح ہو گا، اس لئے کہ وہ تعلیق نہیں بلکہ تحقیق ہے اور ان' (اگر) او (جب) کے معنی میں ہے۔[27]

ایجاب وقبول کی نسبت کرنا:

نکاح کے ایجاب وقبول کی نسبت مستقبل کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے، مثلاً مرد عورت سے کہے: میں نے آنے والے کل یا اس کل کے بعد یا فلاں سنہ یا فلاں مہینہ میں شادی کر لی، یا جب مہینہ شروع ہو جائے تو میں نے اپنی بیٹی کی شادی تم سے کر دی۔[28]

---

[24] ابن الهمام، كمال الدين، محمد بن عبد الواحد، فتح القدير، دار الفكر، بيروت، 1431هج، 110/3
الشربيني، شمس الدين، محمد بن محمد، مغني المحتاج ، دار الكتب العلمية، لبنان، 1994، ***142/3***
الرملي، شمس الدين محمد بن أبي العباس، نهاية المحتاج، دار الفكر، بيروت، 1984م، 211/6
البهوتي، منصور بن يونس، كشاف القناع عن متن الإقناع، مكتبة النصر الحديثة ،الرياض، 1968، 40/5
المرداوى، علاء الدين أبو الحسن علي بن سليمان، الإنصاف، هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، القاهرة، 1995، 168/8
[25] ابن الهمام، كمال الدين، محمد بن عبد الواحد، فتح القدير، دار الفكر، بيروت، 1431هج، 110/3
[26] البهوتي، منصور بن يونس، كشاف القناع عن متن الإقناع، مكتبة النصر الحديثة ،الرياض، 1968، 40/5
[27] الشربيني، شمس الدين، محمد بن محمد، مغني المحتاج ، دار الكتب العلمية، لبنان، 1994، ***142/3***
[28] الحصكفي، علاء الدين محمد بن على، الدر المختار مع حاشية ابن عابدين، دار الكتب العلمية، بيروت، 2002 م، 295/2
الدسوقي، محمد بن احمد، حاشية الدسوقي، دار الفكر، بيروت، 1431، 233/2
الشربيني، شمس الدين، محمد بن محمد، مغني المحتاج ، دار الكتب العلمية، لبنان، 1994، ***142/3***
البهوتي، منصور بن يونس، كشاف القناع عن متن الإقناع، مكتبة النصر الحديثة ،الرياض، 1968، 62/5

زوجین کی تعیین:

ایجاب و قبول میں زوجین میں سے ہر ایک کی تعیین شرط ہے، کیونکہ نکاح کا مقصود ہی تعیین ہے، لہذا وہ اس کے بغیر صحیح نہیں ہو گا، مثلاً: بچپن میں ایک لڑکی کا ایک نام رکھا گیا پھر جب وہ بڑی ہوئی تو دوسرے نام سے اس کا نام رکھا گیا اب اگر دوسرا نام مشہور ہو گیا ہو تو اس کی شادی اس کے اس نام سے کی جائے گی جس سے وہ معروف ہو۔ ظہیر الدین بخاری کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ دونوں ناموں کو جمع کر دیا جائے۔

ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں ہو:

عاقدین کی موجودگی کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ ایجاب و قبول کا مجلس ایک ہی ہو اس لیے کہ اگر مجلس مختلف ہوئی تو نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ مثلاً دونوں عاقدین ایک مجلس میں حاضر تھے ایک نے ایجاب کیا تو دوسرا قبول کرنے سے پہلے مجلس سے اٹھ گیا یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو گیا، جس سے مجلس مختلف ہو جاتی ہے، تو نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ اتحاد مجلس کی شرط پر بحث کرتے ہوئے کاسانی حنفی کہتے ہیں:

خلاصہ:

"معین القضاۃ والمفتیین" میں نکاح کے ارکان سے متعلق دفعات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کرتی ہے۔ نکاح اسلامی قانون میں ایک اہم عقد ہے، جس کے بنیادی ارکان جیسے ایجاب و قبول، گواہوں کی موجودگی، ولی کی شرط اور دیگر شرعی تقاضے فقہ اسلامی میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ ایک مستند فقہی کتاب ہے جو قاضیوں اور مفتیوں کے لیے اسلامی عدالتی اصول فراہم کرتی ہے۔ اس تحقیق میں نکاح کے بنیادی ارکان کے حوالے سے اس کتاب میں موجود دفعات کا تجزیہ کیا گیا ہے اور مختلف فقہی مکاتبِ فکر کے نظریات کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس مطالعے کے ذریعے یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان دفعات کی شرعی اور قانونی حیثیت کیا ہے اور آیا یہ موجودہ دور کے قانونی و سماجی تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں یا نہیں۔ تاہم تحقیق میں یہ بھی زیر غور آیا ہے کہ ان دفعات کا عملی نفاذ اسلامی عدالتی نظام میں کس حد تک مؤثر رہا ہے اور ان کے ممکنہ چیلنجز کیا ہو سکتے ہیں۔ یہ جائزہ اسلامی قانون کی مزید تفہیم اور نکاح کے جدید قانونی مسائل کے حل میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔